فکر و نظر........... اسلام آباد جلد: ۴۵ شمارہ: ۲

مقاصدِ شریعت اور مستقبل انسانیت

محمد نجات اللہ صدیقی☆

مقاصدِ شریعت پر اس سے پہلے پیش کردہ مقالات کا مرکزِ توجہ زیادہ تر مسلمان معاشرہ تھا(۱)۔ اس مقالہ میں ہم انسانیتِ عامہ کو سامنے رکھتے ہوئے مستقبل کی باتیں کریں گے۔ انسانوں کے لیے ایک بہتر مستقبل کی تعمیر کے لیے مقاصدِ شریعت کیا رہنمائی کرتے ہیں اور اس رہنمائی کی روشنی میں ہم مسلمان افراد اور جماعتوں نیز بحیثیت مجموعی پوری امت کا کردار کیا ہونا چاہیے؟ اس مطالعہ کا آغاز قرآنِ کریم کے انسانی خطاب سے ہو گا جس کی تشریح و تطبیق کی کچھ مثالیں عہد نبیؐ اور خلافتِ راشدہ سے پیش کی جائیں گی، پھر انسانیت کے موجودہ مسائل کا ذکر آئے گا۔ یہ واضح کیا جائے گا کہ ان مسائل کے حل میں بھر پور حصہ لیے بغیر نہ تو مسلمان خود اپنے مسائل حل کرسکتے ہیں نہ اس مشن کو انجام دے سکتے ہیں جس پر وہ منجانب اللہ مامور ہیں۔ آخر میں فکر وعمل کی وہ راہیں تجویز کی جائیں گی جو حصولِ مقصد میں مددگار ہوسکتی ہیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ بات صاف ہونی چاہیے کہ عام انسانوں، یا آج کی زبان میں غیر مسلم انسانیت کے ساتھ ہمارے تعلقات کی کیا نوعیت ہے، اس تعلق کا دائرہ کتنا وسیع ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں۔ کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ عام انسانوں سے ہمارا تعلق صرف دعوت دینے کا ہے اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہو کہ دیگر تعلقات ہیں تو مگر ان کی حیثیت ذرائع کی ہے تو یہ بھی غلطی ہوگی۔ قرآن و سنت کی روشنی میں عام انسانوں سے خوش تعلقاتی، ان کی خدمت، حاجت روائی اور دست گیری، ان کی دلجوئی اور ان کے ساتھ غم گساری وغیرہ نارمل اخلاقی رویے مطلوب ہیں، ساتھ ہی ان کو ان کے پروردگار کی بندگی کی طرف بلانا بھی مطلوب ہے مگر ہم سے جو رویہ مطلوب ہے اس پر اس بات کا اثر نہیں پڑنا چاہیے کہ کسی انسان نے اپنے لیے کون سا دین پسند کیا، کون سا مذہب اختیار کیا۔

حسنِ سلوک کی تلقین

سارے انسانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے مگر ماں باپ اس کے اوّلین مستحق ہیں:

☆ وزیٹنگ پروفیسر، اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، اسلامی ترقیاتی بینک، جدہ-سعودی عرب۔

و اذ اخذنا میثاق بنی اسرآئیل لا تعبدون الاّ اللہ، و بالوالدین احساناً وّ ذی القربیٰ والیتٰمی و المسٰکین و قولوا للنّاس حسناً و اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ، ثمّ تولّیتم الّا قلیلاً مّنکم و انتم معرضون.(۲)

یاد کرو اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے بھلی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا، مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہو۔

اسی طرح کی تلقین سورۂ عنکبوت، آیت ۸؛ لقمان، آیت ۱۴؛ اور احقاف آیت ۱۵ میں بھی موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پڑوسیوں، مہمانوں اور دوسرے کمزور اور ضرورت مند انسانوں کی حاجت روائی اور دست گیری کی تلقین کی ہے:

ابو شریح الخزاعی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

'جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ مہمان کی ضیافت کرے اور جو کوئی بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ یا تو بھلی بات بولے ورنہ چپ رہے'(۳)

عمر بن الخطابؓ ۔۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ: کسی آدمی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنے پڑوسی کو نظر انداز کرکے پیٹ بھرا بنے۔(۴)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں وہ جنت میں نہیں داخل ہو گا' (۵)

مالک نے صفوان بن سلیم سے روایت کی ہے جو نبی ﷺ سے راوی ہیں کہ (آپ نے فرمایا):

'بیواؤں اور مساکین کے کام آنے والے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں یا ان لوگوں کے ہم پلہ ہیں جو دن میں روزے رکھتے ہوں اور رات میں نمازیں پڑھتے ہوں' (۶)

ابوموسیٰؓ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : 'قیدی کو چھڑاؤ اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ' (۷)

ابوموسیٰ الاشعریؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: 'بھوکے کو کھلاؤ، مریض کی

عیادت کرو اور قیدی کو چھڑاؤ۔' (۸)

انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا:
'جو مسلمان کوئی پیڑ لگاتا ہے جس (کے پھل پتے) میں سے کوئی آدمی یا جانور کھائے تو یہ اس کے حق میں صدقہ شمار ہوتا ہے۔' (۹)

علی ابنِ ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: تین باتیں ایسی ہیں جن کے سلسلہ میں کسی کو چھوٹ نہیں مل سکتی۔ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، کیا ہوا عہد پورا کرنا خواہ مسلمان سے کیا ہو یا کافر سے اور امانت سپرد کرنا خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی۔(۱۰)

ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: جو کوئی بھی حلال مال کمائے، اس میں سے خود کھائے یا اپنے سے کم مال والے کسی بندۂ خدا کو کپڑے پہنا دے تو یہ اس کی طرف سے زکوٰۃ شمار ہو گی۔(۱۱)

سب کے ساتھ عفو و درگزر کا رویّہ

الّذین ینفقون فی السّراءِ والضّراءِ والکٰظمین الغیظ والعافین عن النّاس، واللہ یحب المحسنین.(۱۲)

جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بد حال ہوں یا خوش حال، جو غصّہ کو پی جاتے ہیں اور دوسرے کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔

نبیﷺ نے بڑی حکمت بھری بات فرمائی ہے کہ: جو انسانوں کا شکر نہ ادا کرے وہ اللہ کا شکر ادا کرنے سے بھی قاصر ہے۔(۱۳)

آپﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ اسی پر رحم کرتا ہے جو خود رحم کرنے والا ہو۔ لوگ بولے، اے اللہ کے رسول، ہم میں سے ہر ایک رحم کرتا رہتا ہے۔ فرمایا: تمھارے کسی خاص آدمی پر رحم کرنے سے کام نہیں چلے گا جب تک سارے ہی انسانوں پر نہ رحم کرو۔(۱۴)

خیر خواہی، سارے انسانوں کا بھلا چاہنا

لاخیر فی کثیرٍ من نجوٰھم الّا من امر بصدقةٍ او معروفٍ او اصلاحٍ بین النّاس، و من

یفعل ذٰلك ابتغاء مرضات اللہ فسوف نؤتیہ اجراً عظیماً.(۱۵)

لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لیے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کے لیے کسی سے کچھ کہے تو یہ البتہ بھلی بات ہے اور جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کے لیے ایسا کرے گا اسے ہم بڑا اجر عطا کریں گے۔

نبی ﷺ نے تاکید کی ہے کہ اگر کسی کا بھلا نہ کر سکو تو کم سے کم ایسا ہو کہ کسی کو تم سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول، کون سا کام افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: 'اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا'۔ (ابو ذر) کہتے ہیں، میں نے پوچھا، کون سے غلام (آزاد کرنا) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: 'جو اپنے آقا کے نزدیک سب سے عمدہ اور دام میں سب سے اونچا ہو'۔ (ابوذرؓ کہتے ہیں کہ) میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول، اگر میں کوئی بھی بھلا کام نہ کر سکوں؟ آپ نے فرمایا: 'لوگوں کو تم سے کوئی تکلیف نہ پہنچے، یہی تمھاری طرف سے تمھارے حق میں صدقہ قرار پائے گا'۔(۱۶)

حضرت ابو سعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا میں مومنین تین گروہوں میں منقسم ہیں، وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی شک میں مبتلا نہیں ہوئے اور اپنے جان و مال سے راہِ خدا میں جہاد کرتے رہے اور وہ جن سے انسان اپنی جان و مال کے لیے کوئی خطرہ نہیں محسوس کرتے، پھر وہ جو کسی لالچ میں آ بھی گیا تو اللہ عز و جل کی خاطر اس سے دست کش ہو گیا۔(۱۷)

ابنِ عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: جس نے نے چالیس دن تک غلہ کی ذخیرہ اندوزی کی وہ اللہ تعالیٰ سے بری ہوا اور اللہ تعالیٰ اس سے دست کش ہوا اور جس بستی میں کوئی آدمی بھوکا اٹھے اس سے اللہ تعالیٰ بری الذمہ ہے۔

خالد بن الولید سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اسے دیا جائے گا جس نے دنیا میں انسانوں کو سب سے زیادہ عذاب دیا ہو۔(۱۸)

عبداللہ ابنِ عمر سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا؛ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے کہا

اے اللہ کے رسول، سب سے اچھا آدمی کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کو جواب دیا: جو انسانوں کو نفع پہنچانے میں سب سے آگے ہو۔

انسانی جان بچانا

من اجلِ ذٰلك كتبنا علىٰ بنيٓ اسرآئيل انّهُ من قتل نفساً بغير نفسٍ او فسادٍ في الارض فكانّما قتل النّاس جميعا، و من احيا ها فكانّما احيا النّاس جميعا......(۱۹)

اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ 'جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا، جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔'

لوگوں کے مال ناحق نہ کھائے جائیں۔

واخذهم الرّبٰوا و قد نهوا عنهُ واكلهم اموال النّاسِ بالباطل، و اعتدنا للكافرين منهم عذاباً اَليمًا.(۲۰)

اور سود لیتے ہیں جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناجائز طریقہ سے کھاتے ہیں اور جو ان میں سے کافر ہیں ان کے لیے ہم نے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ناپ تول ہمیشہ ٹھیک رہے

...... فاوفوا الكيل و الميزان ولا تبخسواالنّاس اشيآءَ هم ولا تفسدوا في الارضِ بعد اصلاحها، ذٰلكم خيرٌ لكم ان كنتم مؤمنين.(۲۱)

...... وزن اور پیمانے پورے کرو، لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو اور زمین میں فساد نہ برپا کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے، اسی میں تمھاری بھلائی ہے اگر تم واقعی مومن ہو۔

و الىٰ مدين اخاهم شعيبا، قال يا قوم اعبدوا الله ما لكم من الٰهٍ غيرهُ، ولا تنقصوا المكيال والميزان، انّي اَرٰكم بخيرٍ وانّي اخاف عليكم عذاب يومٍ محيط. و يٰقومِ اوفوا المكيال و الميزان بالقسط ولا تبخسوا النّاس اشيآءَ هم، ولا تعثوا في الارض مفسدين.(۲۲)

اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا 'اے میری

قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ آج میں تمھیں اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، مگر مجھے ڈر ہے کہ کل تم پر ایسا دن آئے گا جس کا عذاب سب کو گھیر لے گا اور اے برادرانِ قوم، ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

وزنوا بالقسطاس المستقیم و لا تبخسوا النّاس اَشیآء ھم ولا تعثوا فی الارضِ مفسدین.(۲۳)

پیمانے ٹھیک بھرو اور کسی کو گھاٹا نہ دو، صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو، زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔

ویلٌ للمطفّفین الّذین اذا اکتالوا علیَ النّاسِ یستوفون واذا کالوھم اووّزنوھم یخسرون.(۲۴)

تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انھیں گھاٹا دیتے ہیں۔

ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ فساد مچنے سے روکنا مقصدِ شریعت ہے۔ ان آیات نے واضح کیا کہ ساری انسانیت کے مفاد میں اس مقصود کا حصول درکار ہے، نیز یہ کہ ناپ تول میں بے انصافی فساد ہے۔

عدل گستری سارے انسانوں کے ساتھ مطلوب ہے

انّ اللہ یامرکم ان تؤدّوا الاَمٰنٰتِ الیٰ اھلھا، واذا حکمتم بین النّاس ان تحکموا بالعدل، انّ اللہ نعما یعظکم بہِ، انّ اللہ کان سمیعاً بصیراً.(۲۵)

مسلمانو! اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔

یٰداوٗد انا جعلنٰك خلیفةً فی الارض فاحکم بین النّاس بالحق و لا تتّبع الھویٰ فیضلّك عن سبیل اللہ، انّ الّذین یَضلّون عن سبیل اللّٰہ لھم عذابٌ شدیدٌ بما نسوا یوم الحساب.(۲۶)

اے داوٗد، ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہٰذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ

حکومت کر اور خواہشِ نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً ان کے لیے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے۔

عدل و قسط کا دور دورہ ہونا چاہیے

لقد ارسلنا رسلنا بالبیّنٰت وانزلنا معھم الکتٰب و المیزان لیقوم النّاس بالقسط......(۲۷)

ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں......

اس آیت میں آسمانی ہدایت کا زمینی مقصد قیامِ عدل بتایا گیا ہے۔ بات کا یہ انداز کہ 'تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں' بتا رہا ہے کہ ایسا انسانوں کے آزادانہ تعامل کے نتیجہ میں مطلوب ہے۔ ایک طرف تو ہر مسلمان کو ہر انسان کے ساتھ انصاف سے پیش آنا لازمی ہے دوسری طرف ایسی اجتماعیت کی تشکیل مطلوب ہے کہ ہر طرف عدل و قسط کا دور دورہ ہو۔

قل امر ربّی بالقسط......(۲۸)

(اے نبی، ان سے) کہو، میر رب نے تو انصاف اور راستی کا حکم دیا ہے......

سورہِ نساء، آیت ۵۳۱ اور آیت ۸۵ میں بھی اسی روش کی تاکید کی گئی ہے۔

استکبار arrogance کی روش بری ہے

ولا تصعّر خدّك للنّاسِ ولا تمشِ فی الارض مرحاً، انّ اللہ لا یحبُّ کلَّ مختالٍ فخور.(۲۹)

اور لوگوں سے منھ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔

فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر رسول خدا ﷺ نے جو تقریر کی اس کے یہ الفاظ بڑے اہم ہیں، فرمایا: 'اے قریش کے لوگو! اللہ نے جاہلیت کے زمانہ کا وہ گھمنڈ (آج) تم سے دور کر دیا جو آباء و اجداد پر فخر پر مبنی تھا۔ سارے انسان آدم سے نکلے ہیں اور آدم مٹی سے۔'

کسی انسان کا خود کو دوسروں سے کسی ایسی بنیاد پر اونچا سمجھنا جو اختیاری نہیں بلکہ رنگ و نسل، جائے پیدائش، زبان، قوم اور قبیلہ جیسی چیزوں پر مبنی ہو جو کوئی آدمی خود نہیں چنتا، کبرِ نفس اور بے جا گھمنڈ کی بد ترین مثال ہے۔ قدرتی طور پر ایسا آدمی دوسروں سے برابری کا اچھا سلوک نہیں کرتا۔

اس غلط رویہ کی نظریاتی جڑیں کاٹنے کے ساتھ ساتھ نبی علیہ ﷺ نے ہر انسان سے خوش تعلقاتی بھی سکھائی ہے:

جابرؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا، لوگوں کی خاطر مدارات صدقہ ہے۔(۳۰)

زمین سارے انسانوں کے لیے رزق کا منبع ہے

یآیّھا النّاس کلوا مما فی الارضِ حَلٰلاً طیّبا، و لا تتبعوا خطوٰت الشّیطٰن، انّہٗ لکم عدوٌّمبین.(۳۱)

لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انھیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو، وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

عمرو ابن شعیب اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے راوی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ (بارش کے لیے) استسقاء (کی نماز میں) دعا کرتے تو فرماتے: اے اللہ اپنے بندوں اور جانوروں کی پیاس بجھا، اپنی رحمت عام کر اور اپنے (خشک سالی کے سبب) بے جان ملک کو جلا دے۔(۳۲)

سارے انسان ایک برادری کے افراد ہیں

یآیّھا النّاس انّا خلقنٰکُم من ذکرٍ وّ انثیٰ وجعلنٰکم شعوباً وّقبائل لتعارفوا، انّ اکرمکم عنداللہ اتقٰکُم .(۳۳)

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمھاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور با خبر ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی اخوتِ انسانی کے اصول پر زور دیا ہے:

زید ابنِ ارقمؓ سے مروی ہے، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا اور سلیمان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے آخر میں یہ کہا کرتے تھے: 'اے وہ جو ہمارا پروردگار ہے اور ساری چیزوں کا پالنہار ہے، میں گواہ ہوں کہ آقا اکیلا تو ہی ہے، کوئی تیرا شریک نہیں۔ اے ہمارے اور ساری چیزوں کے پروردگار میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد تیرا بندہ اور اللہ کا رسول ہے۔ اے ہمارے اور ساری چیزوں کے پروردگار میں گواہی دیتا

ہوں کہ سارے بندے بھائی بھائی ہیں۔ اے ہمارے اور ساری چیزوں کے پروردگار مجھے اپنے لیے یکسو کر دے۔ اے جلال اور اکرام والے سن اور قبول فرما۔ اللہ سب سے بڑا ہے، سب سے بڑا، اے اللہ، آسمانوں اور زمین کے نور۔'

قادسیہ کے موقع پر فارس کی دولتِ عظمٰی کے نمائندہ سردار، رستم کے دربار میں متعدد ایلچی بھیجے گئے۔ ان میں سے ایک مغیرہ بنِ شعبہ بھی تھے۔ رستم کے سامنے ان کی تقریر میں آیا ہے: 'ہم (اللہ کے) بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لے جانے کے لیے آئے ہیں۔ انھوں نے (یہ بھی) کہا: سارے انسان آدم کی اولاد ہیں، چنانچہ وہ سب ماں اور باپ دونوں رشتے سے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔'(۳۴)

انسانی عز و شرف کے سبھی مستحق ہیں

و لقد کرّمنا بنیٓ اٰدم و حملنٰھم فی البرّ والبحر و رزقنٰھم من الطّیبٰت و فضّلنٰھُمْ علیٰ کثیرٍ ممن خلقنا تفضیلا.(۳۵)

ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

نبی ﷺ نے اسی بات کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ واضح کیا ہے:

جابرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب سمندر پار ہجرت کرنے والے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے تو آپ نے فرمایا، مجھ سے بیان نہ کرو گے کہ حبشہ کی سرزمین پر تم نے کیا عجیب باتیں دیکھیں؟ چنانچہ ان میں سے کچھ لڑکے بولے، ضرور، یا اللہ کے رسول۔ ایک بار ہم بیٹھے ہوئے تھے تو ان کے راہبوں میں کی کوئی بوڑھی عورت ہمارے پاس سے گزری۔ وہ سر پر پانی کا مٹکا اٹھائے ہوئے تھی۔ جب وہ اسی قوم کے کسی لڑکے کے پاس سے گزری تو اس نے اپنا ایک ہاتھ اس طرح اس عورت کے شانوں کے درمیان ڈال کر اسے دھکا دیا کہ وہ گھٹنوں کے بل گر پڑی اور اس کا مٹکا ٹوٹ گیا۔ اٹھ کھڑی ہونے کے بعد اس نے اس لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر کہا: اے بدتمیز تجھے اس دن پتہ چلے گا کہ اللہ کے دربار میں میرے اور تیرے معاملہ میں کیا فیصلہ ہوتا ہے جس دن کہ اللہ عرش جمائے گا اور اگلوں پچھلوں سب کو جمع کرے گا اور ہاتھ پاؤں بولیں گے کہ کس کے کیا کرتوت تھے۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس عورت نے سچ کہا، اس عورت نے سچ کہا۔ بھلا اللہ ایسی قوم کو کیسے اوپر اٹھائے گا جس میں طاقت ور سے کمزور کا بدلہ نہ لیا جاتا ہو؟(۳۶)

یہ بات کہ اسلام میں صاحبِ اختیار کی ایک اہم ذمہ داری سماج کے کمزور افراد اور گروہوں کو سماج کے طاقتور افراد اور گروہوں کے ظلم و استحصال سے بچانا ہے، بڑی صراحت سے آئی ہے۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: 'تم میں کا کمزور میرے لیے زور آور ہوگا تاآنکہ میں اسے، اللہ نے چاہا تو، اس کا حق نہ واپس دلوا دوں اور جو تمھارے درمیان زور آور شمار ہوتا ہے وہ میرے نزدیک اس وقت تک کمزور شمار ہو گا جب تک، اللہ نے چاہا تو، اس سے حق وصول نہ کر لوں۔' (۳۷)

حضرت عمرؓ نے قادسیہ کی مہم پر بھیجتے وقت مسلمانوں، بالخصوص حضرت سعد بن ابی وقاص کو مخاطب کر کے، جن کو اس مہم کی سربراہی کے لیے چنا گیا تھا، اسی بات پر زور دیا، فرمایا: 'اللہ کے اور کسی کے درمیان کوئی قرابت داری نہیں، جو (تعلق) ہے وہ اس کی اطاعت گزاری پر مبنی ہے۔ اللہ کے حضور اشراف اور اجلاف، سارے انسان ایک جیسے ہیں۔ اللہ ان سب کا پروردگار و آقا ہے اور وہ اس کے بندے ہیں...... (۳۸)

محمد ﷺ سبھی کے لیے رحمت ہیں

وما ارسلنٰك الّا رحمةً للعلمين. (۳۹)

اے نبی، ہم نے تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

انسانوں کے ساتھ تعاون یا عدم تعاون اصولوں اور قدروں پر مبنی ہو

...... ولا يجرمنّكم شنأٰن قومٍ ان صدّوكم عن المسجد الحرامِ ان تعتدوا، وتعاونوا على البرّ والتقوىٰ، ولا تعاونوا على الاثمِ والعدوان، واتقوا الله، انّ الله شديد العقاب. (۴۰)

...... اور دیکھو، ایک گروہ نے جو تمہارے لیے مسجدِ حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اس پر تمھارا غصہ تمھیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم بھی ان کے مقابلہ میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔ نہیں، جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے۔

معلوم ہوا کہ مسئلہ یہ نہیں کہ وہ کیا جائے جس میں اپنا فائدہ نظر آئے، یا مسلمان وہ کریں جن سے ان کے مصالح کا فروغ ہو۔ مسئلہ قدروں اور اصولوں کا ہے جو خود مقصود ہیں۔

کسی قوم کی کسی قوم پر تسلّط پسندی ٹھیک نہیں

اسلام تسلّط پسندی hegemony کو ردّ کرتا ہے۔ وہ اللہ کی بندگی کی طرف دعوت دیتا ہے، نہ کہ مسلمانوں کی غلامی کی طرف۔ رستم کے دربار میں صحابی مغیرہ بن شعبہ کی مذکورہ بالا تقریر کے بعد رستم نے ان سے پوچھا: 'اگر ہم لوگ تمھارے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا تم ہمارے علاقوں سے واپس چلے جاؤ گے؟' وہ بولے: 'ہاں، واللہ۔ اس کے بعد ہم تمھارے علاقوں کے قریب آئے بھی تو تجارت کے لیے یا کسی اور ضرورت سے ہی آئیں گے۔' (۴۱)

اسی موقع پر کسریٰ کے دربار میں صحابی نعمان ابنِ مقرن نے یہی بات ان الفاظ میں واضح کی: 'اگر تم نے ہمارا دین قبول کر لیا تو ہم اللہ کی کتاب تمھارے پاس چھوڑ کر اور تمھیں اس پر قائم کر کے چلے جائیں گے، یعنی تمھیں اسی بات کا پابند بنا جائیں گے کہ اس کے احکام کے مطابق فیصلے کرو۔ ہم خود تمھارے یہاں سے چلے جائیں گے، تم جانو اور تمھارے ملک.....' (۴۲)

اللہ تعالیٰ نے کتابِ حکیم میں بخوبی واضح کر دیا ہے کہ مسلمان نہ انفرادی طور پر تسلط پسند ہوں نہ اجتماعی طور پر:

> **تلك الدار الأخرة نجعلها للّذين لا يريدون علوّاً فى الارض ولا فساداً، والعاقبة للمتّقين.** (۴۳)
>
> وہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور انجام کی بھلائی متقین کے لیے ہے۔

قابلِ ذکر بات ہے کہ یہ آیت چوتھے خلیفہِ راشد، سیّدنا علیؓ بازار میں دوکانداروں کو سناتے تھے۔ آیت سنا کر آپؓ ان سے فرماتے: 'یہ آیت ان تمام لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کو کوئی ذمہ داری ملی ہو یا اختیار حاصل ہو، جنھیں عدل اور تواضع کی روش مناسب ہے۔' (۴۴)

مسلمانوں کا مشن تعمیر انسانیت ہے نہ کہ اپنی چودھراہٹ جمانا۔

مشترکہ انسانی مسائل

یوں تو آدمی ہونے کے ناتے ہمارے سارے ہی مسائل مشترکہ مسائل ہیں لیکن آسانی کی خاطر ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم ان مسائل کی ہے جنہیں انسانوں کا کوئی بڑا مجموعہ، مثلاً ایک ملک کے باشندے، ایک ملت کے افراد، ایک زبان بولنے والے، ایک نسل یا رنگ کے

لوگ...... مل کر حل کر سکتے ہیں۔ دوسری قسم ان مسائل کی ہے جن کا حل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک سارے ملکوں کے باشندے، ساری ملتوں کے افراد ساری زبانیں بولنے والے، ہر نسل و رنگ کے لوگ...... ان کے حل میں نہ شریک ہوں۔ اس دوسری قسم کی نمایاں مثالیں عالمی درجۂ حرارت میں اضافہ (global warming) نیز ماحولیاتی تلوث کے دوسرے اثرات، وبائی امراض کا انسداد اور ان کی روک تھام کی تدابیر، ہمہ گیر تباہی مچانے والے اسلحہ (weapons of mass destruction) کا انسداد اور ان کی روک تھام کی تدابیر، امن عالم کا تحفظ...... ان مسائل کا حل ہمارے وجود و بقا کی شرط ہے اس لیے مقصود ہے۔ ان کے علاوہ پوری دنیا سے فقر و فاقہ کا خاتمہ، ہر انسان کو بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت، تمام انسانوں کے لیے ترقی کی راہیں ہموار کرنا اور اس کی خاطر عالمی تجارت اور فنی تعاون کا فروغ، وغیرہ مطلوب ہیں کیوں کہ ان سے بالاتر مقاصد کے حصول میں مدد مل سکتی ہے۔ ان کاموں کے لیے بھی باہمی تعاون کا چلن ہونا چاہئے۔ ان سب کے پہلو بہ پہلو عدل کا قیام ایک اہم مقصد ہے کیوں کہ، مدّتِ طویل میں، امن عالم اسی حالت میں قائم رہ سکتا ہے اور مشترکہ انسانی مسائل کے حل کے لیے سارے انسانوں کا تعاون اسی صورت میں حاصل کیا جا سکتا ہے جب کسی قوم، نسل، یا علاقہ کے لوگوں کو یہ شکایت نہ ہو کہ ان پر ظلم ڈھائے جارہے ہیں، ان کی حق تلفی ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے ہم یہ واضح کرچکے ہیں کہ ظلم کا ازالہ اور عدل کا قیام بذاتِ خود مقصود ہے۔ یہ بات کہ امن عالم کا استحکام قیامِ عدل کے بغیر ممکن نہیں، اس مقصد کی اہمیت اور بڑھا دیتی ہے۔

امنِ عالم کے سیاق میں اس دہشت گردی کا انسداد بھی ضروری ہے جس کو افراد اور گروہوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کا موثر ذریعہ سمجھ کر اختیار کر رکھا ہے۔ یہ سلسلہ عصرِ حاضر میں دوسری جنگِ عظیم کے بعد شروع ہوا۔ اسرائیل کا قیام چاہنے والوں نے پچھلی صدی کی چالیس کی دہائی میں بڑے پیمانے پر دہشت گردانہ طریقوں کا استعمال کیا تھا۔ اس کے بعد کی دہائیوں میں اسپین، آئرلینڈ اور سری لنکا میں حکومت مخالف اور اپنے اپنے علاقوں کے لیے آزادی کے طالب گروہوں نے بڑے پیمانہ پر دہشت گردی کی۔ ستر کی دہائی میں لیلیٰ خالد نامی عرب لڑکی نے اسرائیل کے خلاف فلسطینیوں کی حمایت میں ہوائی جہاز اغوا کیا۔ اسّی کی دہائی میں عام فلسطینیوں نے اس راہ میں قدم رکھا اور نوے کی دہائی سے فلسطین میں وہ سلسلہ شروع ہوا جسے خود کش حملوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کو چیچنیا، کشمیر اور بعض دوسرے علاقوں میں اور اکیسویں صد ی کی اس پہلی دہائی میں، امریکہ کے حملہ کے بعد، عراق میں بھی اختیار کر لیا گیا۔ ان بڑے اقدامات کے پہلو بہ پہلو، بیس سال سے

دنیا کے مختلف علاقوں میں خاص طور پر امریکہ اور اس کے حلیفوں کے خلاف دہشت گردی کا سلسلہ جاری ہے۔ امریکہ اور اس کے مغربی حلیفوں نے ان حملوں کے حوالہ سے پوری دنیا میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کا اعلان کر رکھا ہے۔ اس جنگ میں اس نے تمام سابقہ معاہدوں اور معیاروں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تشدد اور جارحیت کا ہر ممکن طریقہ اختیار کیا ہوا ہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ بہت سے ملکوں میں عام شہری، بالخصوص بڑے شہروں میں رہنے والے لوگ، ہر دم اپنے کو غیر محفوظ سمجھنے لگے ہیں۔ ہوائی جہاز، ٹرین اور بس سے سفر کرنے والے اندیشہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ اتنے بڑے پیمانہ پر اتنے عدم تحفظ کا احساس انسانی تاریخ میں اس سے پہلے شاید ہی کبھی ہوا ہو۔ بلاشبہ آج یہ مسئلہ انسانیت کے مشترکہ مسائل میں سرِ فہرست ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ حل کیسے ہوگا۔

دہشت گردی کا سدباب، امن عالم کا استحکام، ظلم کا ازالہ اور عدل کا قیام، فقر و فاقہ سے نجات اور ہر انسان کو بنیادی ضروریات کی تکمیل کی ضمانت، ہر فردِ انسانی کے عزو شرف کے اعتراف کے ساتھ اسے بنیادی انسانی حقوق ملنا، آزادی کے ساتھ ترقی کا راستہ تمام اقوامِ عالم کے لیے کھولنا، اس کی خاطر بین الاقوامی تجارت کا فروغ، ماحولیاتی تلوث کو لگام لگانا اور حیوانی اور نباتیاتی دنیا کا بگڑتا ہوا توازن ecological balance بحال کرنا، نیز بڑھتے ہوئے عالمی درجۂ حرارت کو روکنے کی تدابیر اور دنیا کو نیو کلیائی، کیمیاوی اور حیاتیاتی nuclier,chemical and biological اسلحوں سے پاک کرنا...... مشترکہ انسانی مسائل کی فہرست طویل بھی ہے اور گمبھیر بھی۔

معاصر مسلمان اور مشترکہ انسانی مسائل

آج ان مسائل کی نسبت سے مسلمانوں کا رویہ انفعالی ہے، جس کا بڑا سبب یہ احساس ہے کہ ہمارے کرنے سے کچھ ہونے والا نہیں چونکہ نظامِ عالم غالب اور طاقتور مغربی اقوام کے ہاتھوں میں ہے۔ ساری خرابیوں کی ذمہ داری دوسروں پر ڈال کر ہم اپنے کئے کے جائزہ اور احتساب کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں۔ مسلمان ملکوں اور معاشروں میں جاری ظلم و استحصال، دولت اور آمدنی کی تقسیم میں روز افزوں عدم مساوات، ایک طرف فقر و فاقہ اور دوسری طرف ترف و تبذیر، ہمارے درمیان کم ہی زیرِ بحث آتے ہیں۔ جب اندرونی مسائل، جس قسم کے مسائل کو انبیاءِ کرامؑ نے بھی مرکزِ توجہ بنایا تھا، ان کی طرف توجہ کا یہ عالم ہے تو مذکورہ بالا نئے قسم کے بین الاقوامی اور عالمی مسائل کا کیا پوچھنا۔ یہ کیفیت درست نہیں، اس کو بدل کر مسلمانوں کو، ذہنی، علمی، جذباتی، عملی، ہر سطح پر مشترکہ انسانی مسائل کے حل کی کوشش میں شریک ہونا چاہئے، جیسا کہ مقاصدِ شریعت کا تقاضا ہے۔

بعض اوقات ہم اس طرح سوچنے لگتے ہیں کہ جب تک ہم با اقتدار اور طاقتور نہ ہوں گے نہ تو ہم ان مسائل کے حل کے لیے عملاً کچھ کر سکیں گے نہ کوئی اس بارہ میں ہماری کسی رائے یا مشورہ کو قابلِ اعتناء سمجھے گا۔ ہم یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ساری قوت اسلامی لوگوں کو بااقتدار اور طاقتور بنانے میں لگا دیں۔ پھر جب اس کوشش میں ان سے ٹکراؤ ہوتا ہے جو اس وقت صاحب اقتدار ہیں تو ہماری ساری قوتیں ان سے دفاع میں صرف ہو جاتی ہیں۔

اس طرزِ فکر کا جائزہ اصولی طور پر بھی لیا جانا چاہئے اور تاریخ و تجربہ کی روشنی میں بھی۔ لیکن اس مقالہ میں اس بات کی کوشش ہمیں اپنے اصل موضوع سے بہت دور لے جائے گی۔ یہاں ہم اس نشان دہی پر اکتفاء کریں گے کہ انبیاء علیہم السلام کا طرزِ فکر یہ نہیں رہا ہے۔ انھوں نے اصلاح ماحول اور تعمیرانسانیت کے کام کو کبھی، کسی وجہ سے بھی، موخر نہیں رکھا۔ انبیاء علیہم السلام نے اس فریضہ کی ادائیگی کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ذمہ کیا گیا تھا کبھی کسی شرط پر معلق نہیں کیا۔ سورہِ ہود آیت ۴۸ تا ۵۹ کا مطالعہ سبق آموز ہے۔ اس زمانہ کے نبی نے لوگوں کو مخلصانہ مشورے دیتے ہوئے فرمایا:

...... ان ارید الّا الاصلاح ما استطعت، وما توفیقی الّا باللہ، علیہ توکّلت و الیہ انیب.(۴۵)

(شعیبؑ نے کہا:)...... میں تو اصلاح کرنا چاہتا ہوں، جہاں تک میرا بس چلے اور یہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس کا سارا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اصلاح کے کام کی وسعت کا اندازہ اس وقت ہو گا جب اسے فساد کے مقابل رکھ کر سمجھا جائے۔ اس سے پہلے ہم فساد کے بعض ان پہلوؤں کا ذکر کر چکے ہیں جن کی طرف قرآن نے توجہ دلائی ہے۔ اصلاح کا کام ان تمام پہلوؤں سے متعلق ہے۔ اصلاح سے ملتا جلتا قرآنی تصورِ تزکیہ بھی سامنے رہنا چاہئے جس کا نبی ﷺ کے مشن کے سلسلہ میں خاص طور پر ذکر آیا ہے:

ھو الّذی بعث فی الامّیّن رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتِہٖ و یزکّیھم و یعلّمھم الکتٰب والحکمة، و ان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین .(۴۶)

وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انھی میں سے اٹھایا، جو انھیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے، اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے،

حالانکہ اس سے پہلے وہ گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

مکہ میں نبی ﷺ کے ۱۳ سال دعوت اور اصلاح و تزکیہ کے کام میں گزرے تھے نہ کہ حصولِ اقتدار کی مہم میں۔ مکہ میں آپ کے شب و روز کیسے گزرتے تھے اس کا اندازہ قرآنِ کریم کی ان سورتوں اور آیات کے مطالعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو اس دوران نازل ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ کے ساتھی کیا کرتے تھے اس کی ایک جھلک ملا حظہ ہو:

> مکی دور کے ابتدائی برسوں کی بات ہے۔ ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے شہر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ راستہ میں ابن الدغنہ ملتے ہیں 'یہ شخص بنی حارث بن عبد مناۃ بن کنانہ سے تھا اور احابیش کا سردار تھا۔ اس نے آپ سے کہا، اے ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ ابوبکرؓ نے فرمایا، میری قوم نے مجھے اذیت پہنچائی ہے اور شہر بدر کر دیا ہے، میں کسی ایسی جگہ جانا چاہتا ہوں جہاں میں ان کی ایذا رسانی سے بچ جاؤں اور مجھے امن حاصل ہو جائے۔ اس نے کہا، ایسا نہیں ہو سکتا۔ بخدا تم تو قبیلے کی زینت ہو، تکالیف میں لوگوں کی اعانت کرتے ہو اور ان کے ساتھ نیکی کرتے ہو، ناداروں کو کما کر دیتے ہو، واپس چلو، میں تمھیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔(۴۷)

مذکورہ بالا مشترکہ انسانی مسائل میں بہتیرے ایسے مسائل ہیں جن کا حل نہ تو طے شدہ ہے، کہ اب مسئلہ صرف اس کے نفاذ کا ہو، جس کے لیے حکومتیں ہی پیش قدمی کر سکتی ہیں، نہ معلوم اور بدیہی ہے کہ مسئلہ صرف اس کے حق میں فیصلہ کن طاقتوں کو حرکت میں لانے کا ہو۔ اکثر نئے مسائل ایسے ہیں جن کا حل کسی کو نہیں معلوم، سب متلاشی ہیں۔ مسئلہ اس تلاش میں فعال حصہ لینے کا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان مسائل سے لاتعلقی ختم کر کے انھیں اپنانا چاہیے، انھیں اپنی مجالس میں زیرِغور لانا چاہیے، ان کا اپنے پریس میں چرچا کرنا چاہیے، اور جب بھی، جہاں بھی انھیں دوسرے مذاہب کے پیروؤں کے ساتھ مل کر ان پر تبادلۂ خیالات کا موقع ملے لبّیک کہنا چاہیے۔

کرنے کا دوسرا کام یہ ہے کہ جو قدم انفرادی طور پر یا مقامی یا ملّی اور ملکی سطح پر اٹھائے جا سکتے ہوں ان میں مسلمان افراد، گروہ اور ممالک پیش قدمی کریں۔ پانی کے استعمال میں احتیاط، ماحولیاتی تلوّث میں اضافہ کرنے والی چیزوں کے استعمال میں ممکنہ حد تک کمی اور سماجی تعلّقات میں بے انصافی کی تمام شکلوں سے دور رہنا اس کی چند نمایاں مثالیں ہیں۔

یہ دونوں کام، حل کی تلاش میں حصّہ لینا اور عملی طور پر جو کچھ بھی کرنا طے پا چکا ہو اس پر

حتی الامکان عمل در آمد، سارے مسلمان کریں خواہ وہ مسلم اکثریتی ممالک میں رہتے ہوں یا دوسرے ممالک میں۔

اپنے اصل موضوع، تعمیرِ انسانیت میں مقاصد شریعت کا حصّہ، کی مناسبت سے اہم بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں کاموں میں اصل رہنمائی مقاصدِ شریعت سے حاصل ہو گی نہ کہ جزئیاتِ فقہ سے۔ جس زمانہ میں فقہ مرتّب ہوئی تھی، اور جن صدیوں تک اس میں کچھ نہ کچھ ارتقاء ہوتا رہا، اس زمانہ میں یہ مسائل نہیں پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سے اکثر کی نوعیّت ایسی ہے کہ قدیم پر قیاس کے ذریعہ حکمِ شرعی کا اکتشاف ممکن نہیں۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ مقاصد سے غفلت برت کر جزئیاتِ فقہ پر قیاس کے ذریعہ حکمِ شرعی تک پہنچنے کی کوشش مذکورہ بالا مشترکہ انسانی مسائل کے سیاق میں کچھ ایسی صورتِ حال پر منتج ہوسکتی ہے جو فنانس کے باب میں سامنے آ چکی ہے جس کی بعض مثالیں ہم پہلے دے چکے ہیں۔

کیا کیا جائے

اہلِ علم کے کرنے کے کام اور ہیں، اہلِ سیاست کے کرنے کے کام دوسرے ہیں۔ اس مقالہ میں علم کی نسبت سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ قرآن و سنّت نے ہمیں سب کی خیر خواہی کی جو تعلیم دی ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم ان مسائل کو اپنا موضوع بنائیں۔ ایجابی طور پر یہ دیکھیں کہ زیرِغور مسئلہ سے متعلق مقاصدِ شریعت کیا ہیں۔ پھر ان باتوں کی نشان دہی کریں جو ان مقاصد سے ٹکراتی ہیں مگر مسلمان انھیں اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان باتوں پر زور دیں جو اس مسئلہ کے حل کے لیے مسلمانوں کو کرنا چاہئیں لیکن وہ نہیں کر رہے ہیں۔ تیسرے مرحلہ پر یہ دیکھا جائے کہ معاصر دنیا میں اس مسئلہ کی نسبت سے کیا سوچا جا رہا ہے، کیا کیا جا رہا ہے۔ اس بارے میں اپنی رائے بنائی جائے اور سامنے لائی جائے۔

نہ تو یہ مقالہ نگار اس کی صلاحیت رکھتا ہے نہ ایک مقالہ کے حدود میں یہ ممکن ہے کہ مذکورہ بالا مشترکہ انسانی مسائل میں سے ہر مسئلہ پر ان تینوں پہلوؤں سے روشنی ڈالی جائے۔ صرف مثال کے طور پر ہم ایک مسئلہ پر بات کریں گے جس کا ذکر اوپر دی گئی فہرست میں سب سے آخر میں آیا ہے، یعنی ایٹمی، کیمیاوی اور حیاتیاتی ہتھیاروں سے دنیا کو پاک کرنا۔

عام تباہی مچانے والے اسلحوں کا مسئلہ

دیکھنا یہ ہے کہ قرآن و سنّت کی روشنی میں اس مسئلہ میں کیا موقف بنتا ہے۔ مسلمانوں کے

معاصر فکر و عمل میں اس موقف سے کس حد تک مطابقت پائی جاتی ہے اور معاصر دنیا کیا سوچتی ہے۔

اس بارہ میں دو رائے نہیں ہونی چاہیئے کہ عام تباہی مچانے والے ہتھیار جو محارب اور غیر محارب میں تمیز نہیں کر سکتے ہوں، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر جن کے تباہ کن اثرات موجودہ نسل کے بعد بھی کئی نسلوں تک اور جس علاقہ میں ان کو استعمال کیا جائے اس سے دور دور تک کے علاقوں تک پھیل جاتے ہیں، ایسے ہتھیاروں کا استعمال فساد فی الارض میں داخل ہے۔ فساد فی الارض کو دور کرنا مقاصدِ شریعت میں سے ہے۔ چنانچہ نیو کلیائی، کیمیاوی اور حیاتیاتی اسلحوں کے بنانے پر اور ان کی خریدوفروخت نیز ان کے استعمال پر پابندی ہونی چاہئے۔ شریعت کی اصطلاح میں ان اسلحہ جات کو بنانا، ان کی خرید و فروخت اور ان کا استعمال حرام ہے۔ یہ حرمت غیر مشروط ہے، کوئی ایسی صورت متصور نہیں جس میں فساد فی الارض جائز ہو۔

ہمارے علم و اطلاع کی حد تک مذکورہ بالا نکتہ پر، نظری طور پر، پوری دنیا کا اتفاق ہے۔ مگر عملی صورتِ حال بالکل مختلف ہے۔ جن پانچ بڑی طاقتوں نے ابتداء یہ اسلحے بنائے تھے ان کے پاس تو ان کے اسٹاک ہیں ہی، ان کے علاوہ متعدد ممالک نیوکلیائی ہتھیار بنانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ کیمیاوی اور حیاتیاتی اسلحوں کے بارہ میں بات صاف نہیں ہے۔ گمانِ غالب یہی ہے کے وہ بھی بڑی طاقتوں کے پاس اور ان کے باہر بھی، موجود ہیں۔ کوئی آثار نہیں کہ انسان اپنے وجود کے سر پر لٹکتی اپنی ہی بنائی ان تلواروں سے کب اور کیسے نجات پا سکے گا۔ سوال یہ ہے کہ ان حالات میں قرآن و سنّت مسلمانوں کو کیا موقف دیتے ہیں؟

جہاں تک مسلمانوں کے موجودہ موقف کا سوال ہے اس کا کوئی مستند اظہار میسّر نہیں جو یہاں نقل کیا جا سکے۔ عام فضا یہ ہے کہ ان اسلحوں کو ختم ہونا چاہئے، مگر چونکہ سرِدست اسرائیل، امریکہ وغیرہ ان سے لیس ہیں لہٰذا مسلمانوں کو بھی ان سے لیس ہونا چاہئے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ 'فکر و نظر' میں اس سے پہلے چھ مقالے شائع ہو چکے ہیں، جن کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

مقاسدِ شریعت، ایک عصری مطالعہ، اپریل۔جون ۲۰۰۴

مقاصدِ شریعت اور معاصر اسلامی فکر، وقائع اور امکانات، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۰۵

مقاصدِ شریعت کی پہچان اور تطبیق میں عقل اور فطرت کا حصہ، اپریل-جون ۲۰۰۶

مقاصدِ شریعت کے فہم و تطبیق میں اختلاف کا حل، جنوری-مارچ ۲۰۰۷

مقاصدِ شریعت کی روشنی میں اجتہاد کی حالیہ کوششیں، اپریل-جون ۲۰۰۷

۲۔ سورہ بقرہ: ۸۳
۳۔ مسلم: صحیح، حدیث نمبر ۷۷، کتاب الایمان۔ اس مقالہ میں صحاحِ ستہ اور موطاء امام مالک کے سارے حوالے بیت الافکار الدولیہ، کے شائع کردہ ایڈیشن سے ہیں جس کا مستقر ریاض اور عمان میں ہے۔ تاریخ اشاعت درج نہیں۔
۴۔ سنن دارمی، دار الریان للتراث، قاہرہ، دو جلدیں۔۱۹۸۷
۳۔ مسلم:صحیح، حدیث نمبر ۷۷۔ کتاب الایمان
۴۔ احمد ابن حنبل:مسند، مسندِ عمر بن الخطاب. المطبعۃ المیمنیۃ، مصر، ۱۳۰۶ ھ، جلد ۱، صفحہ ۵۵
۵۔ مسلم: صحیح، حدیث نمبر ۷۳۔ کتاب الایمان
۶۔ بخاری: صحیح، حدیث نمبر ۶۰۰۶۔ کتاب الادب
۷۔ سنن دارمی، دارالریان للتراث، قاہرہ، دو جلدیں، ۱۹۸۷ء، مسند، حدیث نمبر ۲۴۶۵
۸۔ بخاری: صحیح، حدیث نمبر ۵۳۷۳
۹۔ بخاری: صحیح، حدیث نمبر ۶۰۱۲۔ کتاب الادب
۱۰۔ ابنِ عساکر، مختصر تاریخِ دمشق، جلد ۱، صفحہ ۲۱۶۔ بیروت، دار الفکر، ۱۹۸۴
۱۱۔ مسند ابی یعلیٰ بحوالہ النصوص الاقتصادیہ من القرآن والسنّہ، صفحہ ۵۵۵۔ مرتبہ منذر کہف، جدّہ، جامعۃ الملک عبدالعزیز، ۱۹۹۵
۱۲۔ سورہ آلِ عمران: ۱۳۴
۱۳۔ سنن ابی داؤد اور سنن ترمذی، بحوالہ، النصوص الاقتصادیہ من القرآن والسنّہ، صفحہ ۲۴۵۔ مرتب کردہ منذر کہف۔ جدہ، جامعۃ الملک عبدالعزیز، ۱۹۹۵
۱۴۔ مسندِ ابی یعلیٰ، بحوالہ النصوص الاقتصادیہ، صفحہ ۲۶۷، محولہ بالا
۱۵۔ سورہ نساء : ۱۱۴
۱۶۔ مسلم: صحیح، حدیث نمبر ۱۳۶۔ کتاب الایمان
۱۷۔ احمد بن حنبل، مسند، مسندِ ابی سعید الخدری. المطبعۃ المیمنیہ، مصر، ۱۳۰۶، جلد ۳، صفحہ ۸
۱۸۔ ابنِ عساکر، مختصر تاریخِ دمشق، ترتیب ابنِ منظور، جلد ۴، صفحہ ۲۷۸۔ دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۴
۱۹۔ سورہ مائدہ: ۳۲
۲۰۔ سورہ النساء: ۱۶۱
۲۱۔ سوہ اعراف: ۸۵
۲۲۔ سورہ ھود: ۸۴-۸۵
۲۳۔ سورہ شعراء: ۱۸۲-۱۸۳
۲۴۔ سورہ المطففین: ۱-۳
۲۵۔ سورہ نساء : ۵۸
۲۶۔ سورہ ص: ۲۶

۲۷۔ سورہ حدید: ۲۵

۲۸۔ سورہ اعراف: ۲۹

۲۹۔ سورہ لقمان: ۱۸

۳۰۔ ابنِ عساکر، مختصر تاریخِ دمشق، ترتیب ابنِ منظور، جلد ۲۴، صفحہ ۳۱۶۔ دمشق، دارالفکر، ۱۹۸۹

۳۱۔ سورہ بقرہ: ۱۶۸

۳۲۔ موطا امام مالک اور سننِ ابی داود، بحوالہ، النصوص الا قتصادیّہ فی القرآن والسنّہ، مرتبہ منذر کہف۔ جدہ، جامعۃ الملک عبدالعزیز، ۱۹۹۵۔ صفحہ ۶۷

۳۳۔ سورہ الحجرات: ۱۳

۳۴۔ ابنِ کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد ۴، جزء ۷، صفحہ ۳۹-۴۰۔ قاہرہ، دارالبیان للتراث، ۱۹۸۸

۳۵۔ سورہ بنی اسرائیل: ۷۰

۳۶۔ ابنِ ماجہ، سنن، حدیث نمبر ۴۰۱۰

۳۷۔ ابنِ کثیر، البدایہ و النہایہ، جلد۳، جزء ۶۔ صفحہ۳۰۵۔ قاہرہ، دارالبیان للتراث، ۱۹۸۸۔

۳۸۔ ابنِ کثیر، جلد ۴، جزء ۷، صفحہ ۶۳۔ بحولہ بالا

۳۹۔ سورہ انبیاء: ۱۰۷

۴۰۔ سورہ مائدہ: ۲

۴۱۔ ابنِ کثیر: البدایہ والنہایہ، جلد ۴ م جزء۷ صفحہ ۴۰۔ قاہرہ، دارالبیان للتراث، ۱۹۸۸

۴۲۔ ایضاً، صفحہ ۲۴

۴۳۔ سورہ قصص : ۳۸

۴۴۔ ابنِ کثیر، جلد ۴، جزء ۸، صفحہ ۸۔ بحوالہ بالا

۴۵۔ سورہ ہود: ۸۸

۴۶۔ سورہ جمعہ: ۲

۴۷۔ محمد طفیل، نقوش، رسول ﷺ نمبر، جلد یاز دہم، شمارہ نمبر ۱۳۰۔ لاہور، ادارہِ فروغِ اردو، جنوری ۱۹۸۵ء، (سیرتِ ابنِ اسحاق) صفحہ ۲۵۲-۲۵۳